© rasailojaraid.com

علامہ محمد یوسف قرضاوی کا خصوصی انٹرویو

نام نہاد امن معاہدہ کے سلسلہ میں

"پی ایل او .... اسرائیل سمجھوتہ"

"ہمیں ایسے ذلّت آمیز سمجھوتہ کی توقع نہ تھی"

عالم اسلام کی ممتاز شخصیت علامہ یوسف القرضاوی کی ذات دینی و علمی علقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ عربی میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ قرآن، سنت اور فقہ کا پختہ علم رکھنے کے ساتھ عالم اسلام کو درپیش حالات و مسائل پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور بڑی جرأت کے ساتھ اظہار خیال کرتے ہیں۔ اسرائیل اور پی ایل او کے درمیان امریکی سرپرستی میں حال ہی میں جو معاہدہ ہوا ہے، اس پر بھی موصوف نے اپنے ایک انٹرویو میں اظہار خیال کیا ہے۔ یہ انٹرویو قطر کے مشہور عربی جریدے "الشرق" کی ۶ ستمبر ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ (ادارہ)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نام نہاد معاہدہ پر دستخط کی تقریب کو دیکھ کر میرے اوپر جو غم و اندوہ اور حسرت طاری ہوئی اس کو میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور یہ رسوا کن منظر اپنی ان دونوں آنکھوں سے دیکھوں گا۔ مسئلہ فلسطین سے ہماری دلچسپی اس وقت سے ہے جب ہم چھوٹے تھے اور ازہر شریف کے درجہ ابتدائیہ کے طالب علم تھے۔ مسئلہ فلسطین کے اس طویل مرحلہ میں ہم نے بڑے بڑے احتجاجی جلوس نکالے، آتشیں تقریریں کیں اور پرجوش قصیدے اور نغمات گائے اور یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ ہم اپنی نسلوں کو صیہونیوں کے خلاف صف آرا کر سکیں اور مسئلہ فلسطین ان کے شعور و وجدان پر چھا جائے اور امتداد زمانہ سے یہ مسئلہ ضائع نہ ہو جائے۔

انہوں نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری نظر میں مسئلہ فلسطین کی اولین حیثیت ایک دینی اور اسلامی مسئلہ کی ہے۔ جس طرح یہودی اس مسئلہ کو ایک یہودی حوالے سے دیکھتے ہیں اسی طرح یہ مسئلہ ہمارے لیے ہرگز اجنبی نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارا تعلق دور کا ہے بلکہ یہ مسئلہ ہماری زندگی کے بڑے حصے، فکری نفسیاتی اور عملی ہر پہلو پر محیط رہتا ہے اور اسی سبب سے ہم اس مسئلہ کو صرف فلسطینی عوام کا مسئلہ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ یہ پوری امت کا مسئلہ ہے اور آئندہ نسلوں کا بھی مسئلہ ہے۔ اسی لیے ہم کو اس معاہدے پر کافی افسوس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دکھ ہوا جس پر گزشتہ ۱۳ ستمبر کو دستخط ہوئے اور اسے معاہدۂ امن کا نام دیا گیا حالانکہ وہ فی الواقع مسئلہ فلسطین سے دستبرداری کا معاہدہ ہے۔

یہ کیسی کامیابی ہے

اسرائیل اور تنظیم آزادی فلسطین کے درمیان طے پانے والا معاہدہ مسئلہ فلسطین سے دستبرداری کیسے ہے جب کہ اس کو اس مسئلہ کے مکمل اور جامع حل کا ابتدائی مرحلہ کہا جا رہا ہے؟

میں یہ بات پوری تاکید سے کہہ رہا ہوں کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی اسلامی ملک کے کسی ادنیٰ جزو سے تنازل اختیار کرے ہاں مگر وقتی طور پر صلح کا معاہدہ کر سکتا ہے جیسا کہ قائد اسلامی صلاح الدین ایوبی نے کیا تھا جب انہوں نے صلیبی امراء کے ساتھ معاہدوں پر دستخط کئے تھے، لیکن انہوں نے سرزمین فلسطین کے کسی حصے سے تنازل نہیں اختیار کیا تھا اور نہ ایسی کوئی سرکاری دستاویز بنا کر انہیں دی تھی جس پر علی رؤس الاشہاد دستخط ہوئے ہوں ..... انہوں نے مزید کہا کہ انسان جنگ کے دوران بسا اوقات ہار جاتا ہے تو وہ اس وقت اپنی مرضی کے خلاف دستخط کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جیسا کہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر بمباری کے بعد جاپان نے کیا اور اسی طرح جرمنی کے نازی ہٹلر کے شکست کھا جانے کے بعد اس کے دونوں حصوں (سابقہ مغربی و مشرقی جرمنی) نے بہت سی چیزوں اور امور پر اپنی ناپسندیدگی کے باوجود دستخط کئے۔ لیکن اس طرح کی صورت حال سے صرف شکست خوردہ لوگ ہی دوچار ہوتے ہیں اس لیے کہ انہیں مجبور کر دیا جاتا ہے اور ان سے ان کی مرضی کے خلاف کام کرایا جاتا ہے لیکن اس معاہدہ کو کسی بھی پیمانے سے ایک طرح کی فتح اور کامیابی سمجھنا ناممکن ہے۔

مجھے تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جو اس بات پر مصر ہیں کہ واشنگٹن میں جو کچھ گزشتہ سال ۱۳ ستمبر کی صبح کو ہوا، وہ ایک بڑی کامیابی نظر آ رہی ہے!

آیت قرآنی کا بے محل استعمال

بعض لوگ یہود کے ساتھ اس طرح کے معاہدوں کو منصفانہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آیت (اور اگر وہ جھکیں صلح کے لیے تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر) کے مفہوم کے تحت آتے ہیں اور یہی وہ آیت ہے جس سے امریکی صدر کلنٹن نے بھی تقریب کے موقع پر اپنے خطاب میں استدلال کا قصد کیا ہے۔ آپ کیا تبصرہ کرنا پسند کریں گے؟

درحقیقت اولاً یہ آیت مذکور کا بیجا استعمال ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی ڈاکو آپ کے گھر میں گھس آئے اور متعدد کمروں اور بالا خانوں پر زبردستی قبضہ جمانے اور آپ کے لیے ایک چھوٹا سا کمرہ یا وہ جگہ جو زینہ کے نیچے ہوتی ہے چھوڑ دے اور اس حالت میں آپ کے ساتھ باہم سلامتی کے ساتھ رہنے کی پیش کش کرے اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے، اس ظالمانہ پیش کش کو کون عقل مند آدمی امن و سلامتی کا میلان قرار دے گا۔ میں ذاتی طور پر اس ڈاکو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو کبھی صلح پسند نہیں کہہ سکتا جس نے فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کیا اور اس کی عزت و ناموس کو تار تار کیا اور اس کے حقیقی باشندوں کو ظالمانہ طور پر ان کے وطن عزیز سے نکال باہر کیا، بے شمار لوگوں کو پھانسی دے دی اور دیر یاسین سے صبرا و شاتیلا تک کے کیمپوں میں بے گناہوں کا قتل عام کیا۔ ان ساری زیادتیوں اور اپنی سیاہ تاریخ کے بعد وہ صلح کی طرف مائل ہوا ہے۔ خاص طور پر جب کہ وہ اب بھی ہم سے برسر جنگ ہے اور ہمارا خاتمہ کر دینے پر تلا ہوا ہے اور ہماری قوم کی طرف سے ظلم کے خلاف چلائی جاتے والی تحریک مزاحمت کو کچل دینا چاہتا ہے۔ اس طرح یہ سب کچھ ہوتے ہوئے مذکورہ بالا آیت جو صلح کی دعوت دیتی ہے اس کا انطباق یہاں نہیں ہوتا۔ البتہ ایک دوسری آیت موجودہ صورت حال پر دلالت کرتی ہے۔ جو مسلمانوں کو بزدلی سے روکتی ہے اور صلح کی دعوت سے منع کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ "پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست مت کرو۔ تم ہی غالب رہنے والے ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا"

یہ موجودہ معاہدہ بزدلی اور بودے پن کا بدترین مظاہرہ ہے۔ مسلمان عددی لحاظ سے بہت زیادہ ہیں مگر سیلاب کے تنکے کے مانند ہیں۔ اسی سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ضرور تمہارا خوف تمہارے دشمنوں کے سینوں سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا" یا رسول اللہ وہن کیا ہے؟" آپؐ نے فرمایا۔ "دنیا پر ریجھنا اور موت سے نفرت کرنا" انسان جب دنیا کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور موت اور راہ حق اور عزت و وطن کی حفاظت کی خاطر قربانیاں دینے سے گریز کرنے لگتا ہے تو اسی وقت اس کے اندر یہ نفسیاتی پودا جنم لیتا ہے اور وہ سب کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔

معاہدہ کی تقریب میں فلسطینی غلطیاں

معاہدہ کی تقریب کے مشاہدہ کے دوران کس چیز نے آپ کو زیادہ متوجہ کیا؟

مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ ان لوگوں نے اس تقریب کو شادی کی تقریب بنا دیا حالانکہ میرے نزدیک وہ ماتم کی تقریب تھی۔ ایک مسلمان آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے تھوڑا بہت بھی احساس کی نعمت سے نوازا ہوگا اور اس نے عرفات اور رابین دونوں کا موقف دیکھا ہوگا اور دونوں کی باتیں سنی ہوں گی تو اس نے تنازل اور پیشکش میں بڑا فرق محسوس کیا ہوگا چنانچہ اسرائیلی وزیر اعظم رابین جو "اسرائیل قصاب" کے نام سے معروف ہے، کے لب و لہجہ میں غرور و تمکنت پوری طرح نمایاں تھا اور عرفات ہنس رہا تھا، خواہ یہ ہنسی سچی ہو یا بناوٹی۔ لیکن ہم کس چیز پر ہنسیں جب کہ یہ موقع رونے کا ہے، اسی طرح رابین کے انداز گفتگو میں احساس برتری اور تفوق پوری طرح جھلک رہا تھا اور عرفات نے مدح سرائی اور تشکر آمیز لہجہ میں گفتگو کی۔

دوسری جانب اضحاک رابین نے اس تقریب کے براہ راست ٹیلی کاسٹ کئے جانے کا اور اس پروگرام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لاکھوں مشاہدین کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسرائیلی مظلومیت کی تاریخ پیش کر ڈالی اور اس طرح اس نے یہودی قوم کے لیے عالمی ہمدردی حاصل کرلی۔ دریں اثناء ہمیں تعجب ہوا کہ عرفات اور ابو مازن کے خطاب اس طرح کی کسی بھی چیز سے یکسر خالی تھے، نہ ان میں فلسطینیوں کی مشقتوں اور جانفشانیوں کا ذکر تھا اور نہ ان قتل گاہوں کا تذکرہ تھا جہاں بے شمار لوگوں کو پھانسی دے دی گئی اور نہ ان بے گناہوں کا ذکر ہوا جن کا قتل عام ہوا اور نہ لاکھوں بے گھر لوگوں کا ذکر ہوا جن کا قتل عام ہوا اور نہ لاکھوں بے گھر لوگوں کا ذکر ہوا جنہیں بلا کسی جواز کے ان کی سرزمین سے باہر نکال دیا گیا۔ اس موقع پر سب سے زیادہ حیرت ناک بات یہ ہوئی کہ یاسر عرفات نے جب اپنے ذلت آمیز خطاب کے بعد اسرائیلی قائدین کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو رابین نے تردد کے ساتھ اور حقارت آمیز طریقہ سے ہاتھ ملایا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاہدہ کے ذریعہ فلسطینیوں کو کس طرح ذلیل کیا گیا ہے۔

فلسطینیوں کے خطاب میں اور کس چیز پہ آپ کو توقف ہوا؟

میں یاسر عرفات اور محمود عباس کا خطاب سن کر اس وقت حیرت زدہ رہ گیا جب انہوں نے کہا کہ بنیادی مسائل جنہیں ابھی معلق رکھا گیا ہے، اُن کے حل کے لیے ہمیں انتہائی مشکل مراحل سے گزرنا ہوگا۔ مثلاً بیت المقدس، یہودی بستیوں اور پناہ گزینوں کا مسئلہ۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ آخر ان لوگوں نے کن مسائل کو حل کیا ہے، جب کہ راس المسائل بیت المقدس کے مسئلہ کو معرض التواء میں چھوڑ دیا گیا۔

بیت المقدس کے مسئلہ کو ایسے وقت میں ملتوی کر دینا انتہائی بھیانک غلطی ہے جب کہ اضحاک رابین اپنے سفر واشنگٹن کی روانگی کی شام صحافیوں کے سامنے برملا اس کا اظہار کرتا ہے کہ بیت المقدس اسرائیل کا غیر منقسم ابدی دارالسلطنت ہے اور رہے گا اور اس پر فلسطینی پرچم ایک دن کے لیے بھی نہیں لہرائے گا۔ گویا اس نے یاسر عرفات اور ان کے رفقاء کو یہ پیغام دیا کہ اسرائیل کی بیت المقدس واپسی ناممکن ہے اور اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں ہوگی اور یہ ایک واضح چیلنج ہے جس پر رابین نے اپنے خطاب میں بھی زور دیتے ہوئے کہا۔ "ہم یہودی قوم کے ابدی اور تاریخ دارالسلطنت سے آ رہے ہیں"

یہ تو تھا قدس کا مسئلہ اب پناہ گزینوں کا مسئلہ آتا ہے جن کی تعداد چالیس لاکھ سے متجاوز ہے اس سلسلہ میں ان کے موقف کی وضاحت ہونی چاہیئے تھی۔ رابین نے تو بکھرے ہوئے یہودیوں کا ذکر کیا مگر ہم دنیا بھر میں بکھرے ہوئے فلسطینیوں کا ذکر نہ کرسکے جو ایک اسلامی عربی ملک میں پیدا ہوئے اور وہیں رہتے ہیں۔ ان دونوں فلسطینی ذمہ داروں نے یہودیوں کے فلسطینی علاقہ میں آبادکاری کے مسئلہ کو بھی بھلا دیا یا تجاہل سے کام لیا جب کہ مغربی کنارے میں آباد یہودی شرپسند اب بھی اپنی دہشت گردی سے باز نہیں آ رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے واضح انداز میں کہا کہ بحیثیت مسلمان ہمارا اس مذموم معاہدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ اس گھٹیا معاہدہ کی رو سے ہم وہ حکومت قائم کر سکیں گے جس کے لیے ایک عرصہ دراز سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اسرائیل کے زیر کنٹرول حکومت خود اختیار کو قبول کر لیا اور ہم ہمیشہ اس طرح کی محدود خود اختیاری کی مخالفت کرتے تھے، مگر آج انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے عربی میں مثل ہے۔ (تمخض الجمل فولد فارا) اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اونٹنی نے چوہا نہیں جھینگر جنا جس کا نام جریکو اور غزہ ہے، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہودی اریحا کو منحوس علاقہ تصور کرتے ہیں اس لیے کہ ان کی بعض کتب میں اریحا کی تعمیر کرنے والے پر لعن طعن کی گئی ہے اسی لیے انہوں نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہا اور چونکہ غزہ کثیف آبادی کا علاقہ ہے اور اس کے بے شمار مسائل ہیں اور حماس کا گڑھ ہونے کی وجہ سے وہاں سے ان کے لیے کوئی فائدہ تو کجا الٹا انہیں پتھروں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اس لیے اس سے بھی چھٹکارا حاصل کر لیا۔

عرب دنیا کی افسوسناک صورت حال

ہم عرب اسلامی ملکوں کی موجودہ صورت حال کا کیسے تجزیہ کریں، اور کب تک ہم ان حالات سے نکل سکیں گے جو ہمیں ایک نامعلوم برے انجام کی طرف لے جا رہے ہیں؟

کوئی بھی صاحب نظر جو حالات و واقعات کا معروضی اور امانت دارانہ جائزہ لیتا ہو گا وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہم اس وقت انتہائی افسوسناک اور درد انگیز مرحلہ سے گزر رہے ہیں، بالخصوص جنگ خلیج کے بڑے سانحہ کے بعد۔ اس میں شک نہیں کہ وہ جنگ ہمارے لیے ہر اعتبار سے سانحہ تھی اور اس کے بُرے نتائج آج تک بھگت رہے ہیں، اس جنگ نے ہمارے جسد ملی کو تار تار کر کے رکھ دیا ہے اور عالم اسلام کو مغربی دنیا کے سامنے لوٹا ہوا مال بنا کے رکھ دیا ہے اور جو لوگ ہمارے بُرے دن کا انتظار کر رہے تھے ان کے ہاتھ میں اس وقت عالم اسلام نرم چارہ ہو کر رہ گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ازلی دشمنوں نے کمزور نفوس پر دباؤ ڈالنے کے لیے اس موقع کو غنیمت جانا اور انہیں یقین تھا کہ اپنے مطالبات منوانے کا یہ انہیں زریں موقع ملا ہے۔ بھلا کیا ہم اس کی توقع کر سکتے تھے کہ جن لوگوں نے علم جہاد بلند کیا وہ اتنی آسانی اور رسوائی کے ساتھ ہتھیار ڈال دیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ مجاہدوں کو حوصلہ شکنی سے بچانے کے لیے فرماتے ہیں (اس گروہ کفار کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمہاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ تعالیٰ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں۔ اگرچہ آزادی و حریت اور اپنے حقوق کی بازیابی کی جدوجہد میں سب کو یکساں طور پر مشقتیں جھیلنی ہوتی ہیں لیکن اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو تھکانے اور مشقتیں جھیلنے والے اور طاغوت کے راستے میں مصیبتیں برداشت کرنے والے کے درمیان نتیجہ کے اعتبار سے بڑا فرق ہے۔ عرب اور اسلامی ممالک چاہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسی بھی صورت حال سے دو چار تھے لیکن ہم اس حد تک تنازل کی توقع نہیں کرتے تھے کہ فلسطینی قائد کسی بلدیہ (میانسپلٹی) کے میئر یا کسی محدود علاقہ کے سربراہ کا عہدہ قبول کریں گے اور وہ کسی با اختیار مملکت کے صدر نہیں ہوں گے۔

مسئلہ فلسطین کی تاریخ کے آئندہ مرحلہ کے مزاج کے بارے میں آپ کیا تصور رہے ؟

مجھے قوی امید ہے کہ تحریک جہاد جاری رہے گی اور مسئلہ فلسطین زندہ رہے گا۔ ہمیں فلسطینی پولیس سے "جو اس وقت مصر و اردن میں تربیت و تیاری کے مرحلہ میں ہے" امید ہے کہ وہ انتفاضہ (تحریک مزاحمت) اور تحریک جہاد کو ختم کرنے کا ذریعہ ہرگز نہ بنے گی، جب تک کہ ارض فلسطین کا بقیہ حصہ آزاد نہیں ہو جاتا ہے اور ہونا یہ چاہیئے کہ فلسطینی قیادت ..... تحریک جہاد اور حالیہ معاہدہ کے خلاف صدائے احتجاج کو مستقبل میں اسرائیل پر دباؤ ڈالنے کے لیے ایک نفع بخش کارڈ کے طور پر استعمال کرے جیسا کہ اسرائیلی حکومت اپنے مخالفین کے موقف کو بطور کارڈ کے استعمال کرتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین کو اسلامی رنگ دینا انتہائی ناگزیر ہے۔ معاہدہ فلسطین پر دستخط کے وقت مجھے سخت افسوس ہوا کہ دونوں فلسطینی قائدین کا خطاب، اسلامی مفہوم سے یکسر خالی تھا دریں اثنا رابین کا خطاب یہودی روح سے معمور تھا اور وہ اپنے دین اور توراتی خوابوں کی بھرپور ترجمانی کر رہا تھا۔

اس علاقہ میں اسرائیل کے ساتھ جو تصفیے اور معاہدے ہو رہے ہیں اور خاص طور پر اسرائیل اور فلسطین کے بعد اردن کے ساتھ اسرائیل کی گفت و شنید اور رابین کا دورہ مراکش، مستقبل میں ان سب کے نتیجہ میں عرب ملکوں میں جو یہودیوں کا اثر و نفوذ ہوگا اس کی روشنی میں آپ کیا نصیحت کرتے ہیں؟

یہ خبر میں نے بھی سنی ہے کہ مراکش اور اسرائیل نے باہمی تعاون کے معاہدہ پہ دستخط کئے ہیں اور مستقبل میں سفارتی تعلق بھی قائم ہو جائے گا اور واضح رہے کہ مراکش اور اسرائیل کے درمیان خفیہ تعلق ایک طویل عرصہ سے قائم تھا اور خود رابین کے بقول جو انہوں نے حالیہ دورہ مراکش کے موقع پر بیان دیتے ہوئے کہا۔ "میں اس سے پہلے متعدد بار یہاں آ کر شاہ حسن ثانی سے مل چکا ہوں، لیکن یہ میرا پہلا اعلانیہ دورہ مراکش ہے جو میں نے ایک صحافتی ٹیم کے ساتھ کیا ہے۔" اور اس دورہ کے موقع پر حسن ثانی نے ان کا پرجوش استقبال کیا ہے۔ اور مراکش ہی کے نقش قدم پر تیونس وغیرہ بھی چلنے کے لیے تیار ہیں۔

ہم اس موقع پر صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ تنظیمیں اور حکومتیں جو چاہیں کریں اور جس طرح چاہیں اللہ اور تاریخ کے سامنے اپنی ذمہ داری ادا کریں لیکن اپنی قوم کو بیدار کریں اور انہیں اسرائیلی اثر و نفوذ سے چوکنا اور ہوشیار رکھیں اس لئے کہ اس کے نتائج انتہائی ہوں گے اور اس کی سنگینی فکری، اجتماعی، اقتصادی اور اخلاقی ہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صورت میں ظاہر ہو گی اور جن چیزوں کی وہ پوری دنیا میں ترویج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسے ہر جگہ اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں اور عنقریب جب عرب ملکوں کے دروازے ان کے لیے کھل جائیں گے تو یہودی مرد و عورتیں ایڈز کے جراثیم اور نوجوان نسلوں کے لیے بربادی کا سامان لے کر داخل ہوں گے اور مزید براں وہ سب اپنے کھوٹے ڈالر اور منشیات وغیرہ بھی لے کر آئیں گے اور واضح رہے کہ یہودی قوم ہر جگہ اور ہر زمانے میں یہودی ہی رہی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ سادات کے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے بعد جس طرح مصری قوم نے اسرائیلیوں کے ساتھ میل ملاپ کو پسند نہیں کیا اور اپنے اور ان کے درمیان قائم نفسیاتی رکاوٹ کو ٹوٹنے نہیں دیا آئندہ مرحلہ کے دوران بھی یہی ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں علماء اور داعیان اسلام کو نمایاں رول ادا کرنا چاہیئے اور ذرائع ابلاغ کے مختلف وسائل کو بھی اس سلسلہ میں بڑا اہم رول ادا کرنا ہے تاکہ ممکنہ یہودی اثر و نفوذ کے لیے دروازے نہ کھلیں اور ہمارے ملک و قوم آسانی سے یہودی عزائم کا شکار نہ بنیں۔

کیا آپ اس انٹرویو کے ذریعہ اس مسئلہ کے سلسلہ میں مسلمان داعیوں اور ذمہ داران سے کوئی اپیل کریں گے؟

بجا طور پر یہ میرے لیے مناسب موقع ہے کہ میں اس انٹرویو کے ذریعہ مسلمانوں کے آزاد علماء کو ایک ایسی کانفرنس منعقد کرنے کی دعوت دوں جس کے ذریعہ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے بچانے کی ضرورت پر زور دیا جائے اور ملت کے سامنے اس کی دینی قومی اور تاریخی ذمہ داری کو رکھا جائے۔ یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ انہوں نے موجودہ صورت حال کے متعلق جس طرح انفرادی طور پر اپنی آراء دی ہیں اسی طرح اجتماعی سطح پر بھی اس کا اظہار کریں عین ممکن ہے کہ اس طرح کی کانفرنس متوقع خطرہ سے بچنے کی کوششوں کو اور زیادہ مؤثر بنا سکے۔

میں فلسطینی بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنے موقف اور رجحانات کے اختلاف کے باوجود فلسطینی خون کے سلسلہ میں اللہ سے ڈریں اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہو گا کہ فلسطینی خون اپنے سگے بھائی کے ہاتھوں بہے اور میری اپیل ہے کہ حالات و واقعات سے بلند ہو کر سوچیں تاکہ کل اسرائیل کے خلاف ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ ہو کر لڑنے والے آج اور مستقبل کے دشمن نہ بن جائیں۔

© rasailojaraid.com